’لیکچر لدھیانہ‘ ، نومبر 1905ء، میں
حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے عقائد اور مقام کے متعلق
آپکا اپنا بیان

مرتب از ڈاکٹر زاہد عزیز

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور (UK)، مارچ 2023ء

حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیحِ موعود، کے دعویٰ کے متعلق یہ غلط تاثر پھیلایا گیا ہے کہ اگرچہ آپنے اپنے مشن میں 1901ء تک نبوت کا دعویٰ کرنے سے انکار کیا، مگر اسکے بعد آپنے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا، نبوت کو محمّد رسول اللہ ﷺ کے بعد جاری قرار دیا، اور آپکو نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر اور دائرہِ اسلام سے خارج قرار دیا۔

اس غلط تاثر کی تردید میں ہم ذیل میں آپکے ایک لیکچر سے چند اقباسات پیش کرتے ہیں جو کہ آپنے شہر لدھیانہ میں مورخہ 4 نومبر 1905ء ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں دیا۔

اس لیکچر کا متن ’روحانی خزائن‘، جلد 20 کے صفحات 249 تا 298 پر پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ لیکچر آپکی زندگی کے اتنے آخر کے زمانہ کا ہے کہ اس کے فوراً بعد آپکی تصنیف بعنوان ’الوصیّت‘، یعنی آپکی وصیت شائع ہوتی ہے۔

1۔اس لیکچر میں آپ فرماتے ہیں:

> ”میں نہایت افسوس اور درد دل سے یہ بات کہتا ہوں کہ قوم نے میری مخالفت میں نہ صرف جلدی کی بلکہ بہت بے دردی بھی کی۔ صرف ایک مسئلہ وفاتِ مسیح کا اختلاف تھا جس کو میں قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی سنّت، صحابہ کے اجماع اور عقلی دلائل اور کتب سابقہ سے ثابت کرتا تھا اور کرتا ہوں۔ اور حنفی مذہب کے موافق نص، حدیث، قیاس دلائل شرعیہ میرے ساتھ تھیں۔ مگر ان لوگوں نے قبل اس کے کہ وہ پورے طور پر مجھ سے پوچھ لیتے اور میرے دلائل کو سُن لیتے اس مسئلہ کی مخالفت میں یہاں تک غلو کیا کہ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ اور اس کے ساتھ اور بھی جو چاہا کہا اور میرے ذمہ لگایا۔ دیانت نکوکاری اور تقویٰ کا تقاضا یہ تھا کہ پہلے مجھ سے پوچھ لیتے۔ اگر میں قال اللہ اور قال الرسول سے تجاوز کرتا تو پھر بے شک انہیں اختیار اور حق تھا کہ وہ مجھے جو چاہتے کہتے دجّال کذّاب وغیرہ۔“ (صفحہ 258)

ہمارا تبصرہ: اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا انکے مسلمان مخالفین سے اصل اور بنیادی اختلاف حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر تھا، نہ اسلام کے کسی بنیادی ارکان کے متعلق، اور نہ ہی آپ کے کسی پیش کردہ دعویٰ نبوت کے متعلق۔

2۔ جاری رکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> ”لیکن جبکہ میں ابتدا سے بیان کرتا آیا ہوں کہ میں قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی پیروی سے ذرا اِدھر اُدھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جو اس کو ذرا بھی چھوڑے گا وہ جہنمی ہے۔ پھر اس عقیدہ کو نہ صرف تقریروں میں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور دن رات مجھے یہی فکر اور خیال رہتا ہے، پھر اگر یہ مخالف خدا سے ڈرتے تو کیا ان کا فرض نہ تھا جو مجھ سے پوچھتے کہ فلاں بات خارج از اسلام کی ہے اس کی کیا وجہ ہے یا اس کا تم کیا جواب دیتے ہو؟ مگر نہیں۔ اس کی ذرا بھی پروا نہیں کی۔ سُنا اور کافر کہہ دیا۔ میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں۔ کیونکہ اوّل تو حیات وفات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط ہو۔ یہاں بھی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں مگر بتاؤ کہ کیا اُس سے یہ اقرار بھی لیتے ہو؟ بجز اس کے کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ جبکہ یہ مسئلہ اسلام کی جزو نہیں تو پھر مجھ پر وفات مسیح کے اعلان سے اس قدر تشدّد کیوں کیا گیا کہ یہ کافر ہیں دجّال ہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا

جاوے۔ ان کے مال لُوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتوں کو بغیر نکاح گھر میں رکھ لینا درست ہے۔ ان کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ اگر (ایک شخص میں) ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو، تب بھی کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے، اس کو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہو گیا۔ کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہو گیا؟ کیا میں اور میری جماعت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ نہیں پڑھتی؟ کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا یا میرے مرید نہیں پڑھتے؟ کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے؟ اور کیا ہم اُن تمام عقائد کے پابند نہیں جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں؟

میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے۔ اور وہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے۔ میں ایک ذرّہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں"۔ (صفحات 260-259)

ہمارا تبصرہ: حضرت مرزا صاحب یہاں فرماتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے صرف اسکے بنیادی ارکانِ ایمان کا اقرار لیا جاتا ہے، یعنی اللہ، اسکے فرشتے، اسکی

کتابیں، اسکے رسول، تقدیر کے خیر و شر کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا، اور موت کے بعد زندگی، ان باتوں پر ایمان لانا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے خود کسی ایسے شخص کو کافر نہیں قرار دیا جو یہ ان باتوں پر تو ایمان کا اقرار کرتا ہو، مگر آپکے کسی دعویٰ کا منکر ہو۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کے عملی ارکانِ دین بجالاتا ہو، یعنی کلمہ شہادت کا اقرار، نماز، روزہ، وغیرہ، اسے کافر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ تو ظاہر ہے کہ آپ نے خود کسی ایسے شخص کو کافر نہیں قرار دیا ہو سکتا اس وجہ سے کہ وہ آپکو نہیں مانتا۔ اور آپ اس اصول کی تائید کرتے ہیں کہ: ”اگر (ایک شخص میں) ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہئے اس کو مسلمان ہی کہو“۔

ایک اور نکتہ یہاں قابلِ ذکر ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ”مجھ پر وفات مسیح کے اعلان سے“ کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ یعنی آپ کی طرف سے کوئی دعویٰ نبوت نہ تھا جس کی وجہ سے یہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔

3۔ آگے چل کر آپ اپنے کام اور دعویٰ کے متعلق فرماتے ہیں:

> ”میرے آنے کی غرض اور مقصود صرف اسلام کی تجدید اور تائید ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ کوئی نئی شریعت سکھاؤں یا نئے احکام دوں یا کوئی نئی کتاب نازل ہو گی۔ ہر گز نہیں، اگر کوئی شخص یہ

> خیال کرتا ہے۔ تو میرے نزدیک وہ سخت گمراہ اور بے دین ہے۔ آنحضرت ﷺ پر شریعت اور نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اس میں اب ایک شعشہ یا نقطہ کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے برکات اور فیوضات اور قرآن شریف کی تعلیم اور ہدایت کے ثمرات کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ وہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود ہیں اور انہیں فیوضات اور برکات کے ثبوت کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔" (صفحہ 279)

ہمارا تبصرہ: یہاں صاف حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ "اسلام کی تجدید" کرنے کا، یعنی مجدد ہونے کا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ آپ کوئی نئ شریعت نہیں لائے، بلکہ کوئی نئ کتاب بھی نہیں لائے (گو وہ ایسی کتاب ہو جس میں کوئی نئ شریعت نہ بھی ہو)۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر "شریعت اور نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے"، یعنی شریعت کے ساتھ نبوت کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے۔

مزید آپنے یہاں قرآن مجید کو "خاتم الکتب" قرار دیا ہے۔ اسکا معنی صرف یہی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، یعنی لفظ "خاتم" کے معنی "آخری" کے ہیں۔

4۔ دینِ اسلام کی ایک تعلیم کا ذکر کر کے آپ فرماتے ہیں:

> ”یہ تعلیم ہے جو اسلام نے دی ہے اور جو کامل تعلیم ہے اس کے بعد اور کوئی نئی تعلیم یا شریعت نہیں آسکتی۔ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، یا کر کے دکھایا ،اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے، اُس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس امت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے۔ اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے۔“(صفحہ 286–285)

ہمارا تبصرہ: ان الفاظ، ”آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب“، سے صاف ظاہر ہے آنحضرت ﷺ انہی معنوں میں ”خاتم النبیین“ہیں جن معنوں میں قرآن شریف ”خاتم الکتب“ ہے۔ قرآن شریف کے ”خاتم الکتب“ہونے کے یہ معنی تو ہر گز نہیں ہوسکتے کہ گو یہ افضل الکتب تو ہے مگر اسکے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی کم درجہ کی کتب نازل ہو سکتی ہیں جن پر ایمان لانا اسی طرح جزوِ ایمان ہے جس طرح

قرآن شریف پر ایمان لانا۔ لہذا، آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بھی یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ گو آپ افضل الانبیاء ہیں مگر آپکے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کم درجہ کے نبی آسکتے ہیں ہیں جن پر ایمان لانا اسی طرح جزوِ ایمان ہے جس طرح آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا۔ بلکہ جس طرح قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔

پھر آپنے یہاں فرمایا: ''مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کیلیئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے''، یعنی نبوت کا دروازہ نہیں، مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیحِ موعود، کا اپنی زندگی کے آخر تک یہی عقیدہ تھا کہ محمّد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، اور آپ (یعنی حضرت مرزا صاحب) کے دعویٰ کو نہ ماننے سے کوئی مسلمان، کافر یا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا ، اور مسلمان ہونے کے لئے جن عقائد اور اعمال کا اقرار ابتداءِ اسلام سے مقرر کیا گیا تھا، اب بھی انہی کے اقرار سے ایک شخص مسلمان ہوتا ہے۔